قرآن مجید کا تمثیلی اسلوب بیان

ڈاکٹر طاہرہ بشارت☆
ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ☆☆

Various forms of rhetoric have been commonly used for the easy understanding and educating the human beings through out history. The Holy Qur'an is verily meant for the welfare and betterment of the mankind. So, the Holy Qur'an has also employed various rhetorical forms such as symbolism, metaphors, allusions, similes, etc. to attract the readers' attention. Besides other, the Qur'an has too commonly used similitude. This article presents the study of the Qur'an with a special reference to similitude. The article further includes the commentaries of various scholars on Qura'nic examples and the educational implication of the mentioned similitude.

قرآن مجید کا یہ پہلو بہت منفرد اور بے مثل ہے کہ اعلیٰ وارفع ہستی کا کلام ہونے کے باوجود ہر ذہنی سطح کے مخاطب کے فہم کے معیار پر پورا اترتا ہے۔اس کلام الٰہی سے محققین، معلمین، مبلغین، متکلمین اور فلاسفہ کے علاوہ عام انسان بھی یکساں طور پر استفادہ کر رہے ہیں۔مطالعہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام عرب کے ان پڑھ بدوؤں سے انہیں کے لب ولہجہ، انہیں کے طرز ادا، انہیں کے روز مرہ ومحاورہ اور انہیں کے فہم واستعداد کی سطح پر اتر کر مخاطب ہو رہا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام الٰہی میں وہی اسالیب اختیار کئے گئے ہیں جو ہر سطح کی فہم کیلئے موزوں ومناسب ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی محدود فہم اور بصیرت کے لحاظ سے ایک چیز کو اسی حد تک سمجھ سکتا ہے جس حد تک وہ اس کا علم

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور
☆☆ سینئر ماہر مضمون (اسلامیات) گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج، سرگودھا

رکھتا ہو۔ اس کے علم، تجربہ اور مشاہدہ کی حدود سے باہر اس کو کوئی چیز سمجھانے کیلئے متکلم کو مخاطب کی سطح پر اتر کر اسلوب اختیار کرنا پڑے گا۔ جو اس کی محدود فہم میں آ سکے۔(۱) عصر جدید کے ماہرین تعلیم بات کی وضاحت کرنے کیلئے سمعی وبصری معاونات استعمال کرتے ہیں تاکہ بات مخاطب تک صحیح، کامل اور موثر انداز میں پہنچ جائے۔

قرآن مجید چونکہ سراپا کتاب ہدایت ہے اس لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ قرآن مجید مخاطبین کو اپنی تعلیمات سمجھانے کیلئے نفسیاتی اصولوں کو پیش نظر نہ رکھے۔

علامہ ریماوی انسانی کردار اور رویے میں تبدیلی لانے اور انسان میں اچھی عادات راسخ کرنے کیلئے اس کی ذہنی صلاحیت اور استعداد کو پیش نظر رکھنے کے بنیادی اصول کو اسلام کا مزاج قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> Islam holds that habit forming and developing process should go according to the individuals mental and physical ability and capability. (2)

"اسلام اس بات کا خواہاں ہے کہ تشکیل کردار کے عمل میں مخاطب کی ذہنی وجسمانی استعداد کو پیش نظر رکھنا چاہئے"

قرآن مجید نے انسانی صلاحیت اور فہم کو پیش نظر رکھا ہے اور انسانوں کو سمجھانے کیلئے مختلف ومتنوع اسالیب اختیار کیے ہیں۔ انہی اسالیب میں سے تمثیلی اسلوب بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے مراد کسی چیز کو حکم میں دوسری چیز سے تشبیہ دینا، معنوی بات کو کسی مادی چیز کے ساتھ یا ایک حسی چیز کو دوسری مادی چیز کے قریب کرنا اور ایک کا حکم دوسرے کو دینا ہے۔ علامہ ابن قیم کے الفاظ میں:

تَشبِیه شَیء بِشَیء فِی حُکمِه، وَتَقرِیبُ المعقُولِ مِنَ المَحسُوسِ، وَاَحَد المَحسُوسَینِ بالآخَرِ، وَاعتِبَارُ اَحَدهِمَا، بالآخَر (۳)

ڈاکٹر فضل الٰہی اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں: مثالوں کی وساطت سے محسوس چیز سے تشبیہ کی بدولت معقول بات عقل وفہم کے قریب ہو جاتی ہے۔ اس طرح زیادہ واضح محسوس چیز

سے تشبیہ کے سبب نسبتاً کم واضح چیز بھی خوب اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔(۴)

علامہ سیوطیؒ، ماوردی کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن کے بڑے علوم میں سے اس کے امثال کا علم ہے حالانکہ لوگ اس سے غافل ہیں، اس لئے کہ وہ امثال ہی میں پھنسے رہ جاتے ہیں اور جن امور کی نسبت وہ مثالیں دی گئی ہیں ان سے وہ غافل رہتے ہیں۔ سیوطی، شیخ عزالدین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں امثال اس لئے بیان کی ہیں تاکہ اس سے بندوں کو یاددہانی اور نصیحت کا فائدہ حاصل ہو۔(۵)

علامہ ابن قیم مثالوں کی افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وکلما ظهرت لها الا مثال ازداد المعنیٰ ظهورا و وضوحا۔(۶) یعنی جس قدر اس نفس انسانی کیلئے مثالیں ظاہر ہوں گی، معانی کے وضوح اور نکھا میں اسی قدر فائدہ ہوگا۔ قرآن مجید خوبصورت مثالوں کے ذریعے سے بات کو واضح کر کے اور نکھار کر پیش کرتا ہے تاکہ قرآن کا مقصود حاصل ہو جائے۔ بات کو سمجھانے کے مختلف تشبیہیں استعمال کرتا ہے۔(۷)

یہ منکرین گویا گدھے ہیں کہ حق کو دیکھ کر بدک جاتے ہیں اور شیر کو دیکھ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ مولانا حنیف اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

سردست اس تشبیہ کی باریکیوں پر غور کیجئے۔ اس پر بھی نظر ڈالئے کہ قرآن حکیم نے منکرین کو گدھا اور حق کو شیر قرار دیکر کس خوبصورتی سے ان کی نفسیاتی بزدلی کا اظہار کیا ہے۔(۸) قرآن کریم میں رمز و کنایہ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ وہ خداوندی ذات وصفات سے متعلق دینی حقائق کو اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ مضمون کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اسی حسن بیان کے نتیجے میں وہ ذہنی افکار جو مادی صورت سے مجرد ہوتے ہیں، محسوس صورت میں سامنے آجاتے ہیں۔(۹)

قرآن کریم کی یہ تشبیہات، استعارے اور کنائے جہاں معنوی حسن پیدا کرتے ہیں وہیں قرآن کے لفظی حسن کا بھی باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی اس خوبی کے مسلم وغیر مسلم سب ہی معترف ہیں۔ ایک عیسائی عالم قرآن کے حسن کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

The Quran in its original Arabic dress has a seductive beauty and charm of its own:(10).

"قرآن مجید اپنے حقیقی عربی انداز میں اپنی ہی خوشنما خوبصورتی اور حسن کا حامل ہے"

قرآن مجید کے اسلوب کی خوبصورتی کو ڈاکٹر فضل الرحمٰن ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

The Quranic Narrations is so unique in its style, and so different from the writings of the world's seers and sages۔ (11)

قرآن مجید کے بیانات اپنے اسالیب میں منفرد ترین ہیں اور ادبی حوالے سے دنیا کے تمام لکھنے والوں سے جدا ہیں۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امثال قرآنی کی دو قسمیں ہیں 1۔ظاہر جس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ 2۔کامن (پوشیدہ) کہ اس میں مثل کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ یہ عرب محاورے کے مطابق ضرب الامثال ہیں جن کی بہت سی مثالیں علامہ موصوف نے الاتقان کی نوع چھیاسٹھ میں بیان فرمائی ہیں۔(۱۲)

قرآن مجید نے مختلف غیر مرئی اور انسان کی دسترس سے بالا حقائق کو محسوس اور تمثیلی پیرائے میں بیان کرکے انسان کے شعور و وجدان پر عظیم احسان کیا ہے۔قرآن مجید کا یہ اسلوب تربیت انسانی فطرت کے قریب تر ہے اور اس اسلوب سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ قرآن جس چیز کی دعوت دے رہا ہے وہ عین اس کی فطرت کی آواز ہے۔ بتدریج انسان اپنی فطرت کی متابعت ،قرآنی حقیقت اور عقیدے کو قبول کرکے اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔قرآن مجید میں یہ مثالیں کئی انداز میں بیان کی گئی ہیں اور کئی حقائق کی نشاندہی ان مثالوں کے ذریعے کی گئی ہے۔کبھی قرآن مناظر قیامت کی منظر کشی کرتا ہے تو کبھی مختلف عقائد کے حامل افراد کا موازنہ کسی مرئی مثال کے ذریعے پیش کرتا نظر آتا ہے۔کبھی یہ راحت والم کی تصاویر کو حسّی انداز میں پیش کرتا ہے تو کبھی دنیا وآخرت کی حقیقت کا اظہار بارش، سبزہ اور آندھی کے ذریعے سمجھاتا ہے۔اسی طرح قرآن مجید گذشتہ حوادث کو سمجھانے کیلئے تخیل حسّی کا طریقہ استعمال کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ سید قطب لکھتے ہیں:" قرآنی انداز بیان کی پہلی علامت معانی ذہنیہ کو اور حالات نفسیہ کی تصویر کشی کرکے ان کو محسوس صورت میں پیش کرتا ہے" (۱۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مثالیں بیان کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے لوگوں کو نصیحت حاصل ہوتی ہے اور کئی باتیں سمجھانے کیلئے یہ مثالیں ان کیلئے ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدضَرَبنَا لِلنّاسِ فی هذا القُرآنِ مِن کُلّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُم یَتَذَکّرُون ﴾(۱۴) علامہ صابونی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر قسم کی نفع بخش مثالیں بیان کی ہیں اور واضح خبریں ذکر کی ہیں، جن کی ان کو ضرورت ہے۔ فی لفظہ: و لقد بینا ووضحنالناس فی هذا القرآن من کل الامثال النافعة والاخبار ا لواضحة ما یحتاجون الیہ۔(۱۵) اور ایک جگہ اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے کہ ''امور دینیہ میں نظر رکھنے والے کو جن مثالوں کی احتیاج ہے وہ سب بیان کی گئی ہیں۔ سمرقندی کہتے ہیں: ''مطلب یہ کہ ہم نے ان کیلئے ہر صفت کی مثالیں بیان کی ہیں''۔(۱۶) قرآن نے دنیا کی بے ثباتی کی وضاحت کیلئے کئی تمثیلیں بیان کی ہے؟ مثلاً ایک مقام پر دنیا وآخرت کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿اعلَمُوا انّماالحیوٰۃ الدّنیا لعِب و لهْو و زینة وتفاخرٌ م بینکم و تکاثُر فی الاموال والاولاد ط کمثل غَیثٍ اَعجب الکفّار نَباتهٗ ثُمّ یهِیج فتراهُ مصفَرّاً ثم یکُون حُطاماً ط وفی الآخرۃ عذاب شدیدٌ لا و مَغفرۃ من اللّٰه و رِضوانٌ ط وماالحیوٰۃ الدنیا اِلّامَتاعُ الغرور﴾(۱۷)

دنیا کی بے ثباتی اور عارضی زندگی کو قرآن مجید میں ایک مقام پر ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ﴿وَاضْرِب لهم مثل الحیوٰۃ الدنْیا کمآء انزلنٰه من السّمآء فاختلَط به نَبات الارْضِ فاصبح هشیماً تذروه الریٰح. وکان اللّٰه علیٰ کل شیءٍ مقتدرا﴾(۱۸)

سورت یونس میں دنیوی زندگی کو مثال سے یوں سمجھایا گیا ہے:

﴿اِنّما مثَل الحیوٰۃ الدنیا کمآء انزلنه من السمآء فاختلط به نبات الارض ممــا یـاکل النـاس والانعـام ط حتی اذا اخذت الارض

زخرفها وازینت وظن اھلھا انّھم قٰدرون علیھا لا اتٰھآ امرنا لیلاً او

نھارا فجعلنٰھا حصیدا کان لّم تغن بالامس ط کذلک نفصل

الایت لقوم یتفکرون﴾(۱۹)

قرآن مجید نے زندگی کی بے وقعتی کومحسوس انداز میں بیان فرما کرآخرت کے عقیدہ کی تربیت فرمائی ہے۔ان مثالوں سے واضح کردیا ہے کہ جس کھیتی کو انسان یہ سمجھتا ہے کہ اب وہ بالکل میرے تصرف میں ہے اب اسے مجھ سے کوئی نہیں لے سکتا تو اچانک آسمانی آفت نازل ہوتی ہے اوروہ کھیتی اس کے کسی کام کی نہیں رہتی ۔یہی حال دنیوی زندگی کا ہے۔جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ قادر اورمختار ہے، جوان ہے، طاقتور ہے، باصلاحیت ہے، وہ ہرطرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہےتو اچانک اس کوموت آلیتی ہےتو اس کے پاس سوائے آخرت کی ندامت کے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ علامہ خازن سورت یونس میں پیش کی جانے والی دنیوی زندگی کی مثال کی دوتوجیہات پیش کرتے ہیں۔ایک تو یہ کہ اس دنیا کی مثال نباتات کی طرح ہے کہ ان پر جب اچانک آفت آتی ہےتو وہ ختم ہوجاتے ہیں۔اسی طرح زندگی کوبھی اچانک اُچک لیاجائے گا۔دوسری توجیہہ یہ پیش کرتے ہیں کہ مثال ان لوگوں کی اصلاح وتربیت کیلئے بیان کی گئی ہے جوآخرت اوربعث بعد الموت کے منکر ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب کھیتی پورے عروج پر ہوتی ہےتو اچانک مصیبت کی بناپرتلف ہوسکتی ہے۔پھر اللہ تعالٰی اس کو ازسرنولہلہاتی کھیتی میں تبدیل کرنے پرقادر ہے۔اسی طرح جب دنیا کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہےتو اللہ تعالٰی جس طرح دوبارہ کھیتی کوسرسبز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی طرح زندگی بھی دوبارہ لوٹانے پرقادر ہے۔(۲۰) بہر حال یہ مثال ایک سے زیادہ مقاصد کی حامل بھی ہوسکتی ہے۔اللہ تعالٰی نےقرآن مجید میں کئی طرح کی مثالیں بیان فرما کرانسان کی تربیت فرمائی ہےاورایک ایک مثال کے کئی کئی فوائد بھی ہیں۔دنیوی زندگی کی قابل فہم مثالیں بیان کرکےعقائد پرپختگی پیدا کرنا صرف قرآن ہی کاطرۂ امتیاز ہے۔

توحید، اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلاعقیدہ ہے۔قرآن مجید نے اس عقیدہ کو

سکھانے کے لیے مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں۔ ان اسالیب میں سے ایک یہ اختیار کیا ہے کہ لوگ اللہ کے علاوہ جن معبودوں کو پوجتے ہیں ان کی لاچاری، بے بسی اور کمزوری کا حوالہ دے کر ان کی پوجا سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے کئی محسوس مثالیں بیان کی ہیں۔ مثلاً مکڑی کا جالا بہت کمزور ہوتا ہے۔ ہوا کی وجہ سے بھی اس کے تار و پود بکھر جاتے ہیں۔ اس کی مثال کو پیش کر کے اللہ نے بتایا ہے کہ وہ تو مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہیں کہاں تم نے ان کو معبود بنا رکھا ہے۔ ایک اور مثال قرآن کریم نے مکھی کی بیان کی ہے کہ جن کو تم اللہ خالق و مالک کی بجائے معبود مانتے ہو وہ تو ایک مکھی پیدا کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ قرآن مجید کی مثالیں بیان کرنے کے سحر انگیز انداز کا نمونہ دیکھیے: ﴿مثل الّذین اتّخذوا من دون اللّٰہ أولیآء کمثل العنکبوت. اتّخذت بیتا ط وانّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت م لو کانوا یعلمون﴾ (۲۱)

علامہ خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مکڑی کے گھر کی مثال دینے میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے، جب ہوا چلتی ہے یا کوئی اس کو چھولیتا ہے تو اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح ان کا دین بھی کمزورترین ہے، وقد تبین ان دینھم اوھن الادیان (۲۲) ڈاکٹر خالد محمود یہ مثال بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''اس مثال سے مشرکین کے کمزور سہاروں کا نقشہ پوری طرح سامنے آجاتا ہے۔(۲۳)

مکھی کی مثال اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے: ﴿یاایھا النّاس ضُرب مثل فاستمعوا لہ ط انّ الذین تدعون من دون اللّٰہ لن یّخلقوا ذُباباً وّلو اجتمعُوا لہٗ ط وان یسلبھم الذباب شیئاً لایستنقذوہ منہ ط ضَعُف الطالب والمطلوب﴾ (۲۴)

اس آیت مبارکہ میں انسانوں کو غور وفکر اور تدبر کرنے کی دعوت دی جارہی ہے اور بتایا جارہا ہے کہ مشرکین اللہ کے علاوہ جن معبودوں کی پوجا کرتے ہیں وہ اتنے بے بس ہیں کہ ایک کمزور سی مکھی پیدا کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ اگر چہ اس کی تخلیق کیلئے سب جھوٹے معبودوں کو اکٹھا بھی

کرلیا جائے تب بھی ان میں یہ صلاحیت نہیں ہے تو ان کو معبود ماننے والوں کو عقل مند کس طرح سمجھا جائے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ مشرکین معبودوں پر زعفران مل دیا کرتے تھے جسے مکھیاں چاٹتی رہتی تھیں، نیز جب ان کے سامنے کھانا رکھا جاتا تھا تو اس میں سے بھی مکھیاں کھاتی رہتی تھیں۔ اس بات کو قرآن نے ان کی کمزوری پر محمول کیا ہے کہ وہ تو مکھی کیا پیدا کریں گے اگر ان کے سامنے سے مکھی کھانا بھی لے جائے تو وہ اس کو بھی روک نہیں سکتے۔ ابن عباس کے نزدیک طالب سے مراد مکھی ہے اور مطلوب سے مراد بت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طالب صنم ہے اور مطلوب مکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ای لوطلب الصنم ان تخلق الذباب لعجز عنه اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طالب صنم کی عبادت کرنے والا ہے اور مطلوب صنم یابُت ہے۔ (۲۵)

صفوۃ التفاسیر میں اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے: ای یا معشر المشرکین ضرب الله مثلاً لما یعبد من دون الله من الاوثان والاصنام فتدبروا حق التدبر واعقلوا ما یقال لکم۔ یعنی اے مشرکین کی جماعت اللہ ایک مثال بیان کرتے ہیں ان کی جن کو تم مورتوں اور بتوں میں پوجتے ہو۔ پس تم اس میں اچھی طرح غور و فکر کرو اور جو کہا جا رہا ہے اس کو سمجھو۔ (۲۶) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتوں کی کمزوری کو جب مثالوں سے سمجھایا تو انہوں نے اللہ کے بارے میں یہ کہا کہ جو اتنا عظیم خدا ہو اس سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں بیان کرے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رد کیا ہے، اللہ تعالیٰ مخاطب کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کرتا ہے۔ یہ بات سمجھانے کیلئے ان چیزوں کی مثالیں بیان کرنا باعث عار نہیں ہے۔ اس سے مبلغین کیلئے یہ سبق ملتا ہے کہ انہیں اپنی علمی برتری کے مطابق بات نہیں کرنی چاہیے اور اس چیز کو اپنے لئے باعث عار نہیں سمجھنا چاہیے کہ اتنی معمولی اشیاء کی مثالیں بیان کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ان اللّٰہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقها ط فاما الذین امنو فیعلمون انه الحق من ربهم ج واما الّذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللّٰه بهذا مثلا م یُضل به کثیرا ویهدی به کثیرا ط وما یضل به الا الفٰسقین﴾ (۲۷)

فـما فوقھا کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ کیلئے یہ بات باعث عار نہیں کہ مچھر یا اس سے بڑی چیز مثلاً مکھی یا مکڑے کی مثال بیان کرے یا مچھر سے جسم کے لحاظ سے چھوٹی یا حقارت کے لحاظ سے بڑی چیز کی مثال بیان کرے۔ فـی لـفـظـہ: ومعناه مازاد علیھا فی الجثة کالذباب و العنکبوت یعنی لایستحی عن ضرب المثل بالبعوض فضلا عما ھو اکبر منـہ۔ او مافوقھا فی الحقارة یعنی مادونھا فی الجثة۔ (۲۸) وما یضل به الاالفٰسقین کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں ’’معنی آیت کے یہ ہیں کہ قرآن کی ان مثالوں سے بہت سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے، اور بہت سے لوگوں کے حصہ میں گمراہی آتی ہے، مگر ان مثالوں سے گمراہی صرف انہی لوگوں کا حصہ ہوتا ہے جو فاسق یعنی اطاعت خداوندی سے نکل جانے والے ہیں۔‘‘(۲۹) قرآن مجید میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کو بنیادی شرط قرار دیا ہے اور ایمان لانا نیکی کا عمل ہے جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کئے ہوئے نیک اعمال کا آخرت میں کوئی فائدہ اور وزن نہیں ہے۔ اس لئے آخرت میں فلاح حاصل کرنے کیلئے ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کریم نے بغیر ایمان لائے ہوئے نیک اعمال کرنے کو کئی مثالوں سے سمجھایا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مثلُ ماینفقُون فی ھـذہ الحیوۃ الدنیا کمثلِ ریح فیھا صرٌّ اصابَت حرْث قوم ظلموا انفسھم فاھلکته ط وما ظلمھم الله ولکن انفسھم یظلمون﴾ (۳۰)

تفسیر ابن عباس میں اھلکته کی وضاحت میں لکھا ہے کہ شرک خرچ کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح کھیتی کو تیز ہوا برباد کر دیتی ہے۔(۳۱) ایک مقام پر کفار کے اعمال کو راکھ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مثلُ الـذین کـفـروا بـرَبھـم اعمالھم کرَمادِ ن اشتـدت بـه الـریح فی یوم عاصف ط لایـقـدرون مـما کسبوا علیٰ شیءٍ ط ذلک ھو الضلل و البعید﴾ (۳۲)

جس طرح تیز آندھی کی وجہ سے راکھ بکھر جاتی ہے اسی طرح کفار کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے اعمال آخرت میں ان کے کام نہ آئیں گے بلکہ ان کے کفر کی آندھی نے ان کو بکھیر دیا ہوگا۔ اس

بات میں کئی آراء ہیں کہ کفار کے اعمال سے کون سے اعمال مراد ہیں۔ایک توجیہہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے صلہ رحمی اور صدقہ خیرات وغیرہ نیک اعمال مراد ہیں جو انہوں نے حالت کفر میں سرانجام دیئے تھے لیکن ان کے کفر کی وجہ سے وہ اعمال ان کو جہنم سے نجات نہیں دلا سکیں گے۔ایک توجیہہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ ان کے اعمال سے وہ اعمال مراد ہیں جو انہوں نے بتوں کی پوجا وغیرہ کر کے نیک اعمال گمان کر لئے تھے۔ یہ نیک اعمال ان کو آخرت میں عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکیں گے۔ضلال البعید سے مراد یہ ہے کہ ان اعمال کا ان کے پاس لوٹنا بعید ہے وہ ہلاک ہو چکے ہیں۔علامہ خازن کے الفاظ میں: (ذلک ھو الضلال البعید)یعنی ذلک الخسران الکبیر لان اعمالھم ضلت و ھلکت، فلا یرجی عودھا. والبعید ھنا الذی لا یرجی عودہٗ۔(۳۳) کفار کے اعمال کی ایک اور مثال قرآن مجید نے ان الفاظ میں پیش کی ہے:

﴿والذین کفروا اعمالُھم کسَراب بقیعۃٍ یحسَبُہ الظمانُ ماءً ط
حتیٰ اذا جآءہٗ لم یجدہ شیئاً و وجد اللّٰہ عندہٗ فوفّٰہُ حسابہٗ ط واللّٰہ
سریعُ الحساب ٥ او کظلمات فی بحر لجی یغشٰہُ موجٌ مّن فوقہ
موجٌ مّن فوقہ سحابٌ ط ظلماتٌ بعضھا فوق بعضٍ ط اذآ اخرج
یدہٗ لم یکدیرٰھاط ومن لّم یجعلِ اللّٰہ لہ نوراً فمالہ مِن نور﴾ (۳۴)

ڈاکٹر خالد محمود اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں" کافروں کے اعمال دو قسم کے ہیں، ایک وہ جنہیں وہ اپنے خیال میں اچھا سمجھ کر کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ان کے یہ اعمال ان کی آخرت میں کام آئیں گے۔دوسرے وہ اعمال ہیں جو خود ان کے اپنے نزدیک بھی فسق وکفر اور ظلم وعصیاں ہیں، وہ ظاہری چمک بھی نہیں جو سراب میں ہوتی ہے۔اس آیت شریف میں ہر دو قسم کے اعمال کی تمثیل فرمائی۔ پہلی قسم کے اعمال بظاہر اچھے بھی ہوں تو کفر کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں مقبول ومعتبر نہیں۔(۳۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ:ای العمل افضل

فقال ایمان باللہ و رسولہ ۔(۳۶) شیخ الحدیث مولینا محمد زکریا صاحب اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں ''یہ بات واضح ہے کہ کوئی عمل بغیر ایمان کے معتبر نہیں لہذا جنت کی وراثت اس عمل کی وجہ سے جولازم ہے ایمان کو اور ایمان لازم ہے عمل کو۔''(۳۷) تفسیر ابن عباس میں ہے کہ اس مثال سے مراد یہ ہے کہ قیامت والے دن کفار کو ان کے اعمال کا ثواب نہیں ملے گا۔(۳۸) قصہ مختصر یہ کہ قرآن مجید نے کفار کی مثالوں کو محسوس انداز میں ذہن نشین کروا کر اس بات کی تربیت فرمائی ہے کہ آخرت کی نجات کیلئے ایمان لانا بہت ضروری عمل ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ وہ ایمان کے بغیر ہی اچھے اعمال کر کے آخرت میں نجات حاصل کرے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ ایسے افراد کو ان کے اچھے اعمال کی وجہ سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کی آندھیاں اچھے اعمال کو پہلے ہی اُڑا کر رکھ دیتی ہیں تو آخرت میں تو کافر کیلئے چٹیل میدان ہی ہوتا ہے یا پھر عذاب کا لامتناہی سلسلہ۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثال بیان فرما کر حق کی مضبوطی اور باطل کی بے ثباتی کو واضح اور محسوس پیرایہ میں سمجھایا ہے۔ نیز اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ جو چیز لوگوں کے لئے مفید ہوتی ہے وہ قائم رہتی ہے اور جس میں لوگوں کیلئے فائدہ نہیں ہوتا اسے قرار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی نے یہ مثالیں بیان کر کے اس بات کی تربیت فرمائی ہے کہ اسلام دین حق ہے اس کی جڑیں مضبوط ہیں، اس کے ثمرات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کا فائدہ ہوگا۔ دین اسلام کے علاوہ جتنے بھی زندگی گزارنے کے طریقے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں، لوگوں کیلئے مفید بھی نہیں ہیں اس لئے ان کا خاتمہ یقینی ہے۔ اللہ تعالی کلمہ طیبہ کی مثال ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿الم تر کیف ضرب اللّٰہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اَصلُھا ثابت وفرعُھا فی السمآءِ ٥ تؤتی اُکُلھا کلّ حِین باذن ربھا ط ویضربُ اللّٰہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ٥ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ ن اجتُثّت من فوق الارض مالھا من قرار﴾(۳۹)

علامہ خازن لکھتے ہیں ''ایمان کو درخت کے ساتھ اس لئے تشبیہہ دی گئی ہے کہ درخت تین

چیزوں کے علاوہ درخت کہلانے کا مستحق نہیں ہے، ایک مضبوط تنا، گاڑی ہوئی جڑیں اور کھڑی ہوئی ٹہنیاں۔ اسی طرح ایمان بھی تین چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، ایک دل کی تصدیق دوسرے زبان کا قول اور تیسرے بدن کا عمل۔ قرآن مجید کی آیت میں کلمہ خبیثہ سے مراد شرک ہے اور کلمہ طیبہ سے مراد **لا الہ الا اللہ** ہے۔''(۴۰)

اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال کو ایک اور انداز سے ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

﴿انزل من السمآءِ مآءً فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبداً رابیاط ومما یوقدون علیه فی النار ابتغآء حلیةٍ او متاعٍ زبدٌ مثلهٗ ط کذلک یضربُ اللّٰه الحقّ والباطِل ط فاما الزبد فیذهب جفآءً ج واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض ط کذلک یضرب اللّٰه الامثال﴾(۴۱)

انزل من السماء ماءً سے مراد ہے جس میں حق اور باطل کو واضح کیا گیا ہے جس کی وجہ سے دل اپنی وسعت اور روشنی کے بقدر نورِ حق کے حامل ہو گئے ہیں اور جو دل اپنی خواہشات کی وجہ سے تاریک ہو گئے ہیں وہ محروم رہ گئے ہیں۔ دوسری مثال میں حلیہ سے مراد سونا چاندی ہے جو نفع دینے والی چیزیں ہیں، زبداً سے مراد ان کا میل کچیل ہے(۴۲) یہ امر محسوس کی مثال ہے۔ امر واقعی یہ ہے کہ حق سونے کی مانند ہے اور باطل سونے کے میل کچیل کی مانند ہے۔

اس مثال میں باطل سے مراد اخلاق مذمومہ بھی مراد لئے جا سکتے ہیں جو ختم ہو جاتے ہیں اور حق باقی رہ جاتا ہے وہ اخلاق حمیدہ ہیں۔ علامہ خازن کے الفاظ میں: واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض یعنی یذهب البواطل وهی الاخلاق المذمومة وتبقی الحائق وهی الاخلاق الحمیدة۔(۴۳)

عثمان نجاتی حق و باطل کی ان مثالوں کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''بقاء حق اور زوال باطل کی تشبیہ نہروں میں بہنے والی چیزوں سے دی گئی ہے جو

لوگوں کیلئے مفید ہوتی ہے باقی رہتی ہے اور جو غیر نافع ہوتی ہے جیسے جھاگ وہ سطح آب پر آ کر ختم ہو جاتی ہے، اس کی دوسری تشبیہ آگ میں تپائی جانے والی معدنی اشیاء سے دی ہے کہ لوگوں کیلئے نفع بخش چیزیں، جیسے سونا و چاندی جن سے زیورات بنائے جاتے ہیں اور لوہا و پیتل جن سے آلات و مفید ساز و سامان تیار کئے جاتے ہیں وہ باقی رہتی ہیں اور غیر نافع چیزیں اوپر آ جاتی ہیں جنہیں نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔'' (۴۴)

مطلب یہ کہ حق مفید اور باقی رہنے والی چیز ہے اور باطل غیر مفید اور مٹ جانے والی شے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومن، کافر اور منافقین کی کیفیت ایمانی کو محسوس مثالوں کے ذریعے بیان کیا ہے تاکہ لوگ ایمان کی افادیت کو مادی دنیا کی مثال سے سمجھ کر اسے قبول کر لیں اور کفر اور منافقت کی مضرت کی وجہ سے اس سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کامل مومنین کی مثال ایک ہری بھری کھیتی سے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿محمد رسول اللّٰہ ط والذین معهٗ اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم ترٰهم رکعا سجداً یبتغون فضلاً من اللّٰہ و رضوانًا ز سیما هم فی وجوههم من اثر السجود ط ذلک مثلهم فی التورٰة و مثلهم فی الانجیل. کزرع اخرج شطئهٗ فاٰزرهٗ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقه یعجب الزرّاع لیغیظ بهم الکفار ط وعداللّٰہ والذین اٰمنو وعملوا الصّٰلحت منهم مغفرة و اجرا عظیما﴾ (۴۵)

علامہ خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: قال قتادہ: مثل اصحاب محمدؐ مکتوب فی الانجیل انه سیخرج قوم ینبتون نبات الزرع یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر. قیل الزرع محمد والشطء اصحابه والمؤمنون ۔(۴۶)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کی مثال ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے: ﴿مثلهم کمثل الّذی استو قد ناراً ج فلمّآ اضآءت ماحوله ذهب اللّه بنورهم و ترکهم فی ظلمٰت لایبصرون﴾ (۴۷) اس مثال کے بعد ان کو بہرے، گونگے اور اندھے قرار دیا گیا ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کے رجوع کی کوئی امید باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد منافقین کی حالت کی دوسری مثال ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ﴿او کصیب من السمآءِ فیه ظلمٰت و رعد و برق ج یجعلون اصابعهم فی اٰذانهم من الصواعق حذر الموت ط و اللّه محیط بالکفرین﴾ (۴۸)

مفتی محمد شفیع صاحب نے منافقین کی دو مثالیں بیان کرنے کی وجہ ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے ''دو مثالیں اس بنا پر دی گئیں کہ منافقین میں دو طرح کے آدمی تھے، ایک وہ جو اپنے کفر میں بالکل پختہ تھے، ایمان کا اظہار صرف دنیوی مصلحت کی وجہ سے کرتے تھے، ایمان و اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ دوسرے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر کبھی سچے مسلمان ہونے کا ارادہ بھی کر لیتے تھے مگر پھر دینوی اغراض سامنے آ کر ان کو اس ارادہ سے روک دیتی تھیں، اس طرح وہ ایک تذبذب اور تردد کے حال میں رہتے۔'' (۴۹) منافقین کو ایک مقام پر لکڑی کے کندے قرار دیا گیا ہے جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیئے گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں گے۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیئے گئے ہوں، ہر زور کی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، یہ پکے دشمن ہیں، ان سے بچ کر رہو، اللہ کی مار ان پر، یہ کدھر الٹے پھرائے جا رہے ہیں۔'' (۵۰)

قرآن مجید نے ایمان کی ایک واضح اور محسوس مثال ان الفاظ میں بیان کی ہے: ﴿فان اٰمنوا بمثل مآ اٰمنتم به فقد اهتدوا ج و ان تولوا فانما هم فی شقاق﴾ (۵۱) قرآن مجید نے صحابہ کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ: ﴿واذا قیل لهم اٰمنوا کما اٰمن الناس﴾ (۵۲) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے مسلمانوں کی مثال اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

﴿ومثل الـذيـن يـنـفـقـون اموالهم ابتغآء مرضات اللّٰه وتثبيتاً من انفسهم كمثل جنة بربـوة اصابها وابل فاٰتت اُكلها ضعفين ج فان لم يصبها وابل فطل ط واللّٰه بما تعملون بصير﴾(۵۳) اللہ نے اپنے نور کی مثال فانوس سے دی ہے ملاحظہ ہو:

''اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا مثال اس کے نور کی (ایسی ہے) جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ رکھا ہو، چراغ فانوس میں ہو، فانوس ایسا گویا وہ ہے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور چراغ روشن کیا جاتا ہو زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت (کے تیل) سے جو نہ شرقی ہو، نہ غربی ہو جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو، خواہ چھوا بھی نہ ہو اس کو آگ نے (گویا) روشنی در روشنی (کا سلسلہ ہو) رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے جسے چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں (کو سمجھانے) کیلئے کیونکہ اللہ ہی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''(۵۴)

شرک کی حقیقت کی مثال ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ﴿ومن يشـرك باللّٰه فكانما خر من السمآء فتخطفهُ الطير او تهوى به الريح في مكان سحيق﴾(۵۵) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بہرے، گونگے اور اندھے قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔(۵۶) ان کے علاوہ بھی قرآن مجید میں غیر محسوس کیفیات کو محسوس انداز میں بیان فرما کر خوب اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ مثالوں کے ذریعے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے اور اس کا دل پر بھی گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ قرآن کے تمثیلی انداز کے چند اور نمونے ملاحظہ کر لئے ہوں تا کہ قرآن کے تمثیلی انداز کی تمام خصوصیات واضح ہو جائیں اور اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ قرآن مثالیں بیان کر کے کس طرح انسان کی تربیت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کو تورات کی سمجھ عطا فرمائی تھی لیکن انہوں نے اس کو اچھی طرح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سے قرآن نے بتلایا کہ گویا انہوں نے اس کو پڑھا اور سمجھا ہی نہیں ہے۔ وہ گدھوں کی مانند ہیں جو صرف کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، کتابوں

سے استفادہ نہیں کرتے اور اس کے احکامات پرعمل نہیں کرتے ۔قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں: ﴿مثل الذین حُمّلو التورٰة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً ط بئس مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰت اللّٰہ ط واللّٰہ لایھدی القوم الظلمین﴾(۵۷)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مشابہت ایک پریشان حال کتے کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ ان کو عطا کی ہیں ان پر قناعت نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو اتنا اور بھی دیدے تب بھی وہ اور زیادہ کی حرص کریں اور اپنی شہوات وخواہشات کی پیروی کریں اور اللہ کے احکامات کی پرواہ نہ کریں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ولو شئنا لرفعنٰه بھا ولکنه اخلد الی الارض واتبع ھواہ ج فمثله کمثل الکلب ج ان تحمل علیه یلھث او تترکه یلھث ط ذلک مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا﴾(۵۸)

علامہ خازن لکھتے ہیں:

> ''یہ تمثیل ان سب لوگوں کو شامل ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان کا انکار کرتے ہیں۔ان کے اور کتے کے درمیان مشابہت یہ ہے کہ جب ان کے پاس رسول ہدایت لے کر آتے ہیں تو ہدایت حاصل نہیں کرتے اور اگر رسول نہ آئیں تب بھی ہدایت یافتہ نہیں ہوتے بلکہ وہ ہر حالت میں گمراہ ہیں۔(۵۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی کہ بغیر باپ کے بچہ کس طرح پیدا ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تمثیلی انداز میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا ہے تو اس کیلئے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ارشادِ ربانی ہے: ﴿ان مثل عیسیٰ عنداللّٰہ کمثل آدم﴾(۶۰) بہت سادہ انداز میں مثال کے ذریعے شک کرنے والوں کو لاجواب کردیا ہے اور اس بات کی تربیت بھی فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ کرنا ممکن ہے۔

قرآن مجید نے موحد اور شرک کی مثال کو بڑے عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔موحد صرف ایک آقا کے احکامات کا پابند ہوتا ہے جبکہ مشرک کے کئی آقا ہوتے ہیں اس لئے مشرک مشکل میں ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ضرب اللّٰہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشٰکسون و رجلا سلمالرجل ط هل یستوین مثلاط الحمدالله ج بل اکثر هم لایعلمون﴾ (۶۱) اللہ تعالیٰ نے توحید کی مثال کو ملکیت میں شرکت کے مشابہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانوں سے تمہاری مثال پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال تمہیں عطا کیا ہے کیا اس میں تمہارے خدمت گار بھی شریک ہیں۔'' (۶۲)

قرآن مجید نے شرک کو آسمان سے گرا ہوا قرار دے کر ایک مثال کے ذریعے ان الفاظ میں حقیقت سمجھائی ہے: ﴿ومن یشرک باللّٰہ فکانما خرمن السمآء فتخطفه الطیر اوتهوی به الریح فی مکان سحیق﴾ (۶۳)

قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا ''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو جو سات بالیاں اُگاتا ہے۔ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں اور اللہ جس کیلئے چاہتا ہے کئی گنا کر دیتا ہے۔'' (۶۴)

حافظ ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس مثال کو اللہ تعالیٰ نے ثواب کے کئی گنا ہونے کیلئے بیان کیا ہے اس شخص کیلئے جو اللہ کے راستے میں اس کی رضا کیلئے خرچ کرتا ہے اور اس کی نیکی کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔(۶۵)

صفوۃ التفاسیر میں ہے ''یہ مثال اس شخص کے اجر کے کئی گنا ہونے کیلئے بیان کی گئی ہے جو اپنے صدقہ کرنے میں خلوص سے کام لیتا ہے اس لئے آگے اللہ نے فرمایا ''اور اللہ جس کے کیلئے چاہتا ہے کئی گنا کر دیتا ہے۔'' (۶۶) اسی تمثیلی انداز کو قرآن میں ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا ہے: ﴿ضرب اللّٰہ مثلاً رجلا فیہ شرکاءُ متشٰکسون و رجلا سلماً لرجل ط هل یستوین مثلاً الحمدالله ج بل اکثرهم لایعلمون﴾ (۶۷)

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں: مشرک بھی اسی طرح ہوتا ہے اس میں کئی شریک ہوتے ہیں جو باہم جھگڑتے رہتے ہیں کبھی یہ بلاتا ہے تو کبھی وہ آواز دیتا ہے تو تم دیکھو گے کہ اس کو کہیں قرار اور سکون میسر نہ ہوگا اور نہ اس کا دل ایک جگہ مطمئن ہوگا اور موحد اپنے رب کیلئے مخلص ہوتا ہے اللہ نے اس کو غیر کی شرکت سے اس کو بچا لیا ہوتا ہے تو وہ راحت اور مکمل اطمینان میں ہوتا ہے۔(۶۸)

مختصر یہ کہ قرآن مختلف ضرب الامثال اور تمثیلیں مختلف مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کرتا ہے کبھی تو اس کا مقصود اصلاح عقائد ہوتا ہے۔اس ضمن میں قرآن کریم نے منافقین کفار اور مسلمانوں کی تمثیلات بیان کی ہیں اسی مقصد کے حصول کیلئے قرآن میں حق و باطل کی تمثیلات بھی ملتی ہیں۔دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی زندگی کی وضاحت کیلئے کئی مثالیں موجود ہیں۔قیامت کی ہولناکیوں کی مثال، جنت اور اس کی نعمتوں کی تمثیلات، جہنمیوں کی خوراک کی مثالیں قرآن مجید کا حصہ ہیں۔اعمال کی اصلاح کیلئے بھی کئی تمثیلات بیان کی گئی ہیں۔غیر مقبول اور مقبول صدقہ وخیرات کی تمثیلات، کفار کے صدقہ وخیرات کی تمثیلات، کفار کے اعمال کی تمثیل ان کی عہد شکنی کی تمثیل، مظاہر فطرت کی تمثیلات، باغ والوں کی مثال، دو بھائیوں کی تمثیل، چار عورتوں کی تمثیل، صحابہ کرام کی تمثیل، نور ہدایت اور ظلمت وضلالت کی تمثیل، خواب غفلت میں مدہوش لوگوں کی تمثیل کے علاوہ بہت سی تشبیہات، استعارے، کنائے وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔ان کی تعداد ایک سو سے بھی زیادہ بنتی ہیں۔

خلاصۂ بحث

قرآن مجید کے اسالیب تربیت میں سے تمثیلی اسلوب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے غیر مرئی اور غیر محسوس حقائق کو محسوس انداز میں پیش فرما کر انسانیت کی تربیت فرمائی ہے۔حقائق کو محسوس انداز میں پیش کرنے کیلئے قرآن مجید نے کبھی تو راحت والم کو حسی انداز میں پیش کیا ہے اور کبھی کفر وشرک کو محسوس انداز کے ذریعے تقابلی انداز میں بیان کیا ہے۔بعض مقامات پر جنت اور جہنم کی مناظر کشی باغات اور آگ کے ذریعے سے کی ہے۔ان تمام مثالوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو نصیحت حاصل ہو

اور ان کو بات سمجھنے میں آسانی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو آزمائش قرار دیا ہے اور دنیا کو دارالعمل کہا ہے جبکہ انسان کا حتمی اور آخری ٹھکانہ جنت یا جہنم ہے۔ اس عقیدے کی تربیت کرنے کیلئے قرآن مجید نے دنیا کو لہو ولعب قرار دیا ہے اور یہ بات سمجھائی ہے کہ سرسبز کھیتی جس طرح اچانک کسی مصیبت کے آجانے کی وجہ سے تباہ ہوجاتی ہے اسی طرح یہ دنیا کو کتنی ہی سرسبز و شاداب نظر آرہی ہے، ایک دن ختم ہوجائے گی۔

قرآن مجید نے عقیدۂ توحید کو جوکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کی اصل ہے، محسوس مثالوں کے ذریعے ذہن نشین کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد معبود قرار دیا ہے اور جن کو اللہ کے علاوہ معبود سمجھا جاتا ہے ان کی کمزوری کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح مکڑی کا جالا کمزور ہوتا ہے اسی طرح باطل معبود بھی کمزور ہوتے ہیں۔ اسی عقیدہ کی مزید تربیت کرنے کیلئے قرآن مجید نے مکھی کی مثال بیان کی ہے کہ معبودان باطلہ سب اکٹھے بھی ہوجائیں تو ایک مکھی پیدا کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ مکھی پیدا کرنا تو دور کی بات ہے مکھی اگر ان کے سامنے سے رکھے کھانے میں سے کچھ اُٹھا کر لے جائے تو وہ مکھی سے اپنا کھانا چھڑانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ اتنے کمزور معبود کو برحق کیسے مانا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں بعض لوگوں نے قرآن کے اس اندازِ تربیت پر اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ اتنی عظیم ہستی ہوکر اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں کیوں بیان فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تربیت کا یہ اصول بیان فرمادیا کہ مخاطب کی استعداد کے مطابق بات کرنی چاہیے اور بات کو اچھے اور آسان انداز میں پیش کرکے تربیت کرنی چاہیے۔ اپنی عظمت کے مطابق بات کی جائے تو وہ مخاطب کی ذہنی سطح سے بلند ہوتی ہے۔ اگر مخاطب بات نہ سمجھے تو اس کا اثر کس طرح قبول کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کامیابی کیلئے ایمان کو شرط قرار دیا ہے جو لوگ ایمان لائے بغیر نیک اعمال کرتے ہیں، آخرت کے حوالے سے ان کے اعمال کی حیثیت راکھ کی طرح ہے جو کفر کی تیز آندھی کی وجہ سے ان کے کسی کام کے نہیں آئے گی۔ کفار کے اعمال کی ایک مثال سراب کی مانند بھی بیان کی ہے کہ دیکھنے میں تو پانی لگتا ہے لیکن حقیقت میں کچھ نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ثواب کے کئی گنا بڑھنے کی مثال گندم کی بالیوں کی طرح سمجھائی ہے۔حق و باطل کے وزنی ہونے کی مثال پانی اور جھاگ کے ذریعے واضح کی ہے۔ اہل ایمان کی علامات اور مثال ہری بھری کھیتی کے ذریعے واضح کی گئی ہے۔غرض قرآن مجید نے بہت سی محسوس امثلہ کے ذریعے انسانوں کی تربیت کا اہتمام فرمایا ہے۔

☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران، لاہور، جولائی 2004، ص۲۹۱

(۲) Al-Reemawi, Muhammad Y. Mustafa, Dr, Methodology of Ethical Eduation in Islam, El-Maktabat-el-Islamiyyah, Lahore 1991 p-179

(۳) ابن القیمؒ، الامام، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۷ھ، ج ۱، ص ۱۵۰

(۴) فضل الٰہی ڈاکٹر، نبی کریم بحیثیت معلم، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، جون ۲۰۰۵ء، ص۱۸۶

(۵) السیوطی عبدالرحمٰن، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲، ص۲۵۴

(۶) ابن القیم، المرجع السابق، ص۲۳۹

(۷) المدثر: ۵۰۔۵۱

(۸) ندوی محمد حنیف مولانا، مطالعہ قرآن، علم و عرفان پبلشرز لاہور جولائی ۲۰۰۶ء، ص۱۲۹

(۹) حریری غلام احمد وادارہ، اعجاز القرآن، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، طبع اول ۱۹۷۸ء، ج۱۶/۱ ص۴۷۹

(۱۰) John Naish, M.A (Oxon) D.D: The wisdom of the Quran, Oxford, 1937, Preface p-viii

(۱۱) Muhammad Fazl-ur-Rehman, Dr. The Quranic Foundation and Structure of Muslim Society, Indus Educational Foundation Karachi, V-1, p-87

(۱۲) سیوطی، الاتقان، ج۲ ،ص ۲۵۴

(۱۳) قطب سید، التصویر الفنی فی القرآن، دار الشروق، القاہرہ، مصر، ص ۲۴۱

(۱۴) الزمر ۳۹: ۲۸

(۱۵) الصابونی محمد علی، صفوۃ التفاسیر، دار القرآن، بیروت، ج ۲، ص ۸۷

(۱۶) حقی اسماعیل، تفسیر روح البیان، دار احیا التراث الاسلامی، بیروت، ج ۸، ص ۱۰۲

(۱۷) الحدید ۵۷: ۲۰ (۱۸) الکہف ۱۸: ۴۵ (۱۹) یونس ۱۰: ۲۴

(۲۰) خازن علی بن محمد، لباب التاویل فی معانی التنزیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵، ج ۲، ص ۴۳۸

(۲۱) العنکبوت ۲۹: ۴۱

(۲۲) خازن علی بن محمد، تفسیر مذکور، ج ۳، ص ۳۸۱

(۲۳) خالد محمود، ڈاکٹر آثار التنزیل، دار المعارف اردو بازار، لاہور، ج ۲، ص ۱۹۵

(۲۴) الحج ۲۲: ۷۳

(۲۵) خازن علی بن محمد، حوالہ بالا، ص ۲۶۵

(۲۶) الصابونی محمد علی، صفوۃ التفاسیر ج ۲، ص ۲۹۹

(۲۷) البقرہ ۲: ۲۶

(۲۸) پانی پتی، ثناء اللہ قاضی، تفسیر المظہری المکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۱، ص ۴۲

(۲۹) محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، ادارہ معارف، کراچی، ۱۹۸۳، ج ۱ ص ۱۲۸

(۳۰) آل عمران ۳: ۱۱۷

(۳۱) الفیروزآبادی محمد بن یعقوب، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۶۵

(۳۲) ابراہیم ۱۴: ۱۸

(۳۳) خازن علی بن محمد، تفسیر مذکور ج ۳، ص ۳۳

(۳۴) النور ۲۴: ۳۹_۴۰

(۳۵) خالد محمود ڈاکٹر، کتاب مذکورہ بالا، ج ۲، ص ۱۹۹

(۳۶) البخاری محمد اسماعیل، صحیح البخاری، المیزان، لاہور، ج ۱، ص ۸

(۳۷) محمد زکریا مولانا، تقریر بخاری، مدینہ منورہ، ۱۳۹۴ھ، ص ۱۳۳

(۳۸) الفیروزآبادی، تفسیر ابن عباس، ص ۲۵۵

(۳۹) ابراہیم ۲۶_۲۴:۱۴

(۴۰) تفسیر خازن، ۳۵/۳

(۴۱) الرعد ۱۷:۱۳

(۴۲) الفیروزآبادی تفسیر ابن عباس، ص ۲۵۱

(۴۳) خازن علی بن محمد، تفسیر خازن، ۱۴/۳

(۴۴) نجاتی محمد عثمان، القرآن وعلم النفس (مترجم فہیم اختر ندوی) الفیصل ناشران، لاہور، نومبر ۲۰۰۳، ص ۲۰۹

(۴۵) الفتح ۲۹:۴۸

(۴۶) تفسیر خازن، ۱۷۳/۴

(۴۷) البقرہ ۱۷:۲

(۴۸) البقرہ ۱۹:۲

(۴۹) معارف القرآن ۱۲۶/۱

(۵۰) المنافقون ۴:۶۳

(۵۱) البقرہ ۱۳۷:۲

(۵۲) البقرہ ۱۳:۲

(۵۳) البقرہ ۲۶۵:۲

(۵۴) النور ۳۵:۲۴

(۵۵) الحج ۳۱:۲۲

(۵۶) البقرہ ۷:۲

(۵۷) الجمعہ ۵:۶۲

(۵۸) الاعراف ۱۷۶:۷

(۵۹) تفسیر خازن، ۲۷۳/۲

(۶۰) آل عمران ۵۹:۳

(۶۱) الزمر ۲۹:۳۹

(۶۲) الروم ۲۸:۳۰

(۶۳) الحج ۳۱:۲۲

(۶۴) البقرہ ۲۶۱:۲

(۶۵) ابن کثیر، تفسیر القرآن الکریم، دارالاندلس، بیروت، ۱۹۶۶، ج ا، ص ۵۶۱

(۶۶) الصابونی محمد علی، صفوۃ التفاسیر ۱۲۹_۱۲۸/۱

(۶۷) سورۃ الزمر، ۲۹

(۶۸) عبدالرحمٰن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، موسسہ مکہ للطباعۃ، مکہ مکرمہ ۱۳۹۸،
ج ۷، ص ۳۲